

گئی ہے۔ فارسی میں یہی مضمون یوں باندھا ہے :

گفتنی نیست کہ بر غالب ناکام چہ رفت

می توان گفت کہ این بندہ خداوند نداشت

مرزا آقہ کو ۱۸۔ جولائی ۱۸۵۸ء کے ایک خط میں فرماتے ہیں کہ اپنے

کے ہوئے تمام اشعار بھول گیا، صرف ڈیڑھ شعر یاد رہ گیا، ایک مقطع یعنی :

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب !

ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

دس پانچ بار یہ پڑھ لیتا ہوں، پھر جب سخت گھبراتا ہوں تو یہ مصرع

پڑھ کر چپ ہو جاتا ہوں کہ :

اے مرگِ ناگہاں ! تجھے کیا انتظار ہے ؟

۱۔ شرح : محبوب کی

بزم میں غیرت اور حیا داری

سے کام لیا جائے تو گزارہ

نہیں ہو سکتا اور بے حیا بنے

بغیر چارہ نہیں۔ چنانچہ میں اس

کی محفل میں گیا، اگرچہ لوگ

اشارے کرتے اور آوازے

کے رہے، لیکن میں ان سے

بے پروا ہو کر بیٹھا رہا۔ پروا

کرتا تو اٹھنا پڑتا اور یہ گوارا

نہیں ہو سکتا تھا۔

اُس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیے

بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے

دل ہی تو ہے سیاستِ دربار سے ڈر گیا

میں اور جاؤں در سے تیرے بن صدا کیے

رکھتا پھروں ہوں خرقة و سجادہ رہن مے

مدت ہوئی ہے دعوتِ آب و ہوا کیے

بے صرفہ ہی گزرتی ہے ہو گرچہ عمرِ خضر

حضرت بھی کل کہیں گے کہ ہم کیا کیا کیے